(۱۲)

مؤلف: ڈاکٹر محمد رفیع الدین
مترجم: ڈاکٹر ابصار احمد

منشورِ اسلام

اسلامی ریاست اور آزادئ فرد کا تحفظ

سطورِ بالا میں وضاحت کے مطابق چونکہ صرف ایک اسلامی ریاست ہی فرد میں صحیح نصب العین سے محبّت کے تقاضوں کو پُورا کرنے اور اس میں افزونی کی ضمانت دے سکتی ہے، اس لیے اسی تناسب سے وہ فرد کی آزادی اور اس کے زیادہ سے زیادہ ذہنی و روحانی ترفّع کا اہتمام کرتی ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ فطرتِ انسانی کی صحیح نصب العین سے محبّت کو جبراً اور زبردستی پروان نہیں چڑھایا جاسکتا۔ اسلامی ریاست کی مشینری ہر ممکنہ کوشش سے ایک مسلمان فرد میں صحیح نصب العین سے تعلق خاطر اور حبّ الٰہی میں بالیدگی کا باعث بنتی ہے۔ اور جوں جوں وہ اس میں کامیاب ہوتی ہے، فرد میں اپنی ذمّہ داری اور آزادی کا احساس اسی قدر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف غلط اور ناپسندیدہ نصب العین سے تعلق کا باعث فرد پر کوئی نہ کوئی قدغن بنتی ہے، یعنی فرد پر داخلی یا خارجی دباؤ اور تحدیدات سے اس میں غلط اہداف سے محبّت و تعلق نہ صرف پیدا ہوتا ہے بلکہ اس میں مسلسل اضافہ بھی ہوتا ہے۔

خلیے اور نامیاتی وجود کا ربط و تعلّق

اگر ہم پیغمبرِ اسلام حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے بارے میں تشبیہ پر غور کریں تو ہم پر ایک فرد اور اجتماعی نظم یعنی ریاست کے مابین ربط و تعلق سمجھنا آسان ہو

جاتا ہے۔ آپؐ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی مثال ایک فردِ واحد کی کیفیت سے دی ہے۔ وہ جوشِ حیات جو ایک نامیاتی وجود کو زندہ اور برقرار رکھتا ہے، دماغ اور مرکزی عصبی نظام کے ذریعے پورے جسم تک پہنچتا ہے اور جسم کے ہر خلیے کو توانائی بہم پہنچاتا ہے۔ مجموعی طور پر جسم کی صحت و قوّت کا انحصار اسی جوشِ حیات پر ہوتا ہے۔ جب کسی نامیاتی وجود کا ایک خلیہ مطلوبہ حد تک توانائی حاصل کر لیتا ہے تو مرکزی عصبی نظام کے ذریعے وہ زائد توانائی دوسرے خلیوں کو منتقل کر دیتا ہے۔ گویا اس طرح ایک خلیہ اپنی 'زکوٰۃ' ادا کرتا ہے۔ ایک خلیہ دوسرے خلیوں کو توانائی دے کر پورے جسم کی قوّت و صحت کا باعث بنتا ہے اور مضبوط و توانا جسم دوبارہ انفرادی طور پر ہر خلیے کی مزید قوّت کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ خلیے اور جسم کے درمیان دوطرفہ ربط و تعلق ہے: خلیہ نہ صرف جسم کو قوّت دیتا ہے، اس سے لیتا بھی ہے۔ اسی طرح جسم خلیے کو توانائی دیتا بھی ہے اور اس سے لیتا بھی ہے۔

ریاست اور فرد کا باہمی تعلق

اُوپر دی گئی مثال سے ایک فرد اور اجتماعیت کا باہمی تعلق بھی بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ جس طرح حیاتیاتی سطح پر جوشِ حیات ایک نامیاتی جسم کو نہ صرف وجود میں لاتا ہے بلکہ اسے برقرار بھی رکھتا ہے، اسی طرح نفسیاتی سطح پر وہ ایک اجتماعیت، منظم سوسائٹی اور ریاست کو وجود بخشتا اور اس کے تسلسل کا باعث بنتا ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں اس کی کیفیت نصب العین سے محبّت کی ہوتی ہے۔ وہ ریاست جو اپنے شہریوں میں نصب العین سے محبّت زیادہ سے زیادہ درجے میں پیدا کرتی ہے، خود بھی اسی تناسب سے مضبوط اور صحت مند بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ ریاست میں حکومت کو وہی اہمیت حاصل ہوتی ہے جو جاندار جسم میں دماغ اور عصبی نظام کی ہوتی ہے۔ جس طرح اس میں دماغ مرکزِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح حکومت کسی ریاست میں محبّت و وابستگی کا مرکز ہوتی ہے اور حکومت کی تشکیل اس اجتماعیت میں نصب العین سے سب سے زیادہ عشق و محبّت رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔ جس طرح ایک جاندار وجود کے ذہن سے خون کی شریانوں کے ذریعے جوشِ حیات جسم کے تمام حصّوں میں پہنچتا ہے تاکہ وہ زندہ و قائم رہے اسی طرح ریاست کی لیڈر شپ میں موجود نصب العینی محبت نظامِ تعلیم اور دیگر ذرائع کے ذریعے تمام

افرادِ مملکت تک منتقل ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ایک نظریاتی ریاست کی بقا اور ترقی کا باعث بنتی ہے۔ جب حکومت کی مہیا کردہ تعلیمی سہولتوں سے ایک فرد کی نصب العین کے ساتھ محبت بڑھتی ہے تو اس سے پوری قوم کا فائدہ ہوتا ہے۔ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر ایک ذمّہ دار فرد اپنی صلاحیتوں کو معاشرے کی فلاح و بہبود میں استعمال کرتا ہے اور دوسروں میں بھی خود آگہی اور علم و عرفان کے حصول کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ عقلی و نفسیاتی سطح پر ایک فرد کا اپنے معاشرے اور بھائی بندوں کے لیے ایسا کرنا ایک قسم کی ادائیگی زکوٰۃ ہے۔ اسلامی ریاست کی حکومت ایسے مواقع بہم پہنچاتی ہے کہ ایک فرد اپنے علم کو دوسروں تک بسہولت منتقل کر سکے اور یہی چیز اس ریاست کی نہ صرف تقویت کا باعث بنتی ہے بلکہ اس کے وجود کی غرض و غایت بھی اسی صورت میں پوری ہوتی ہے اور اسی لیے اسلامی ریاست میں وہی لوگ زمام کار سنبھالتے ہیں جو راست آدرش سے اعلیٰ ترین محبّت رکھتے ہوں اور خود آگہی کی صفت سے متصف ہوں۔ اور پھر یہ ذمّہ دار افراد ریاست کے دوسرے لوگوں میں ان اقدار کے نفوذ کی سعی بھرپور طور پر کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ افراد ملک کے نظامِ تعلیم کو خارجی اور اندرونی دونوں جانب سے کنٹرول کرنے اور اسے صحیح رُخ پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ افراد اور ریاست کے عام لوگ مل جل کر ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں اور ریاست میں صحیح نصب العین سے محبّت و تعلق پروان چڑھتا ہے۔

ریاست اور فرد باہم ایک گہرے رشتے میں منسلک ہیں اور ایک دوسرے کے لیے سامانِ زیست بہم پہنچاتے ہیں۔ ریاست کا وجود اور اس کی نظریاتی شناخت افراد پر منحصر ہے اور دوسری طرف افرادِ ریاستی معاشرے اور اجتماعی نظم کے تعاون کے بغیر ترفّع اور کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ فرد کے لیے یہ ازبس ضروری ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ودیعت شدہ صلاحیتوں کو نمایاں کرنے اور بروئے کار لانے کے لیے اجتماعیت سے مربوط ہو۔ جب کوئی فرد صرف اپنے انفرادی مفادات کے لیے کام کرتا ہے اور اجتماعی مصلحتوں کو نظر انداز کر کے صرف ذاتی احتیاجات کو خود غرضی کے ساتھ پورا کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے تو صحیح نصب العین سے اس کا قلبی تعلق کمزور پڑنے لگتا ہے اور اس کی انفرادی ترقی میں بھی کجی آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تاکیداً حکم دیا ہے کہ ایک مومن مشکلات کے باوجود اور اپنی خود پسند خواہشات کے علی الرغم جماعت کے ساتھ جڑا رہے اور اس کے ساتھ ھر ممکن

تعاون کرے:

علیکم بالجماعۃ من شذ شذ فی النار۔

"تم پر فرض ہے کہ تم جماعت کے ساتھ رہو۔ جو کوئی جماعت سے کٹتا ہے آگ میں جھونکا جاتا ہے۔"

ارتقاء کے لیے اسلام کی اجتماعیت پر تاکید

مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز جیسی عبادت بھی نہایت منظم اور مرتب انداز میں باجماعت ایک ایسے قائد کے پیچھے پڑھے جو علم اور نصب العینی عشق و محبّت میں سب سے بہتر ہو۔ نماز میں وہ کلمات کی ادائیگی اور حرکات و سکنات میں ایک خاص قاعدے قرینے کی سختی سے پابندی کرتا ہے باجماعت نماز کی ایک غرض و غایت یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے تئیں ایسی اجتماعیت کا رکن تصوّر کرے جس کا ایک نظریۂ حیات اور مقصد تاسیس ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ جائے کہ وہ اپنے مقصد حیات کو بھی صرف اجتماعی نظم سے وابستہ ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔ نماز باجماعت گویا اس کی پوری زندگی کے لیے بمنزلہ اساس ہے۔ نماز کی پابند حرکات و سکنات اور امام کی اقتدا سے اس کے ذہن و قلب میں یہ حقیقت راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ حسن ازلی سے تعلق اور نصب العینی محبّت کا کمال صرف جماعت کے ساتھ منسلک رہ کر حاصل کر سکتا ہے۔

ایک امام کی اقتدا میں نماز باجماعت کا نقشہ درحقیقت ایک مسلمان کی پوری زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسے اپنی زندگی کے جملہ امور کو مسلمانوں میں سب سے زیادہ بہتر اور متقی لیڈر کے تحت منظم ہو کر انجام دینے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جو شخص سیاسی و سماجی امور کا سربراہ ہوتا ہے وہی نماز باجماعت میں امامت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام میں دینی اور دنیوی امور کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ اسی چیز کی اہمیت نمایاں کرنے کے لیے قرآن میں جا بجا باجماعت نماز اور قیامِ نظامِ صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے:

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ○ (البقرۃ: ۴۳)

"اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ"

اللہ کے حضور دعا مانگتے ہوئے بھی ایک مسلمان صرف اپنے آپ ہی کو نہیں بلکہ پوری مسلمان

اجتماعیت کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ ان الفاظ میں دعا کرتے ہوئے جمع کے صیغے کو استعمال کرتا ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (البقرۃ: ۲۰۱)

"اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خیر و خوبی سے نواز اور عذابِ جہنم سے بچا۔"

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ○ (البقرۃ: ۲۸۶)

"اے ہمارے پروردگار بھول چوک اور خطا و غلطی پر ہماری پکڑ نہ کر۔"

ایک مسلمان ریاست کے وہاں کون اداروں کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ وہ تمام ایک مسلمان شہری کی اجتماعی زندگی کے لیے آسانی اور تقویت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے اپنے محلے کی مسجد میں جائے اور لوگوں سے ملاقات کرے۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسے محلے کی مسجد کے بجائے شہر کی بڑی مسجد یعنی جامع مسجد میں جانا ہوتا ہے جہاں وہ کثیر تعداد میں شہر کے مسلمان بھائیوں سے ملتا ہے۔ پھر عیدین کے اجتماعات اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں جو شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں منعقد ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات میں اسے شہر بھر کی مسلمان آبادی سے ملاقات کا موقع ملتا ہے۔ اس سے آگے سالانہ حج بیت اللہ کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمانوں کا بین الاقوامی سطح پر میل جول ہوتا ہے۔ ذوالحجہ کے مہینے میں حرمین اور عرفات اور منیٰ کے میدانوں میں دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور باہم متعارف ہوتے ہیں۔ اسلام کی تمام عبادات چاہے وہ نماز ہو یا روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی ہو یا حج بیت اللہ، باطنی و روحانی اہمیت کے علاوہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ تمام عبادات ایک مسلمان کو روحانی بالیدگی فراہم کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے آپس کے تعلقات میں گرمجوشی اور محبت و اخوت کے جذبات پیدا کرتی ہیں۔ جوں جوں ایک مسلمان کا اجتماعی شعور بڑھتا ہے اور وہ معاشرے سے مثبت بنیادوں پر جڑتا ہے، اس کا نصب العین سے تعلق بڑھتا ہے اور اس

میں گہرائی اور گیرائی سے ترقی کرتی ہے اور نصب العین سے اس کی محبت جس قدر بڑھتی ہے وہ مسلمان معاشرے کی ترقی وحدت اور استقلال کے لیے مزید کام کرتا ہے۔

اطاعتِ امیر کی تاکید

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی زندگی پر بے انتہا زور دیا ہے۔ یہ تاکید اس تعلیم سے بھی نکلتی ہے جو آپؐ نے نماز باجماعت میں امام کی اقتدا کے لیے دی ہے۔ امام کی تھوڑی بہت غلطی کے باوجود مقتدیوں پر لازم ہے کہ وہ امام کے پیچھے چلیں۔ امام کی غلطی کا وبال خود اس پر ہو گا لیکن نماز میں مقتدیوں کے لیے اجازت نہیں کہ وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ معلوم ہوا کہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی چھوٹی موٹی غلطی کو اہمیت نہ دیتے ہوئے نظمِ جماعت کا خیال بہرحال ضروری ہے۔ معمولی اور غیر اہم اختلاف سے پر جماعت کا ساتھ چھوڑ دینا انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

”تم پر جماعت سے وابستگی لازم ہے۔ جو جماعت سے کٹا، آگ میں جھونکا گیا۔“

ایک مسلمان کے جماعت سے علیحدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پوری اجتماعیت کو خطرے میں ڈالتا ہے اور اس طرح مسلمان ریاست کی کارکردگی بحیثیتِ مجموعی متاثر ہوتی ہے چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مردِ مومن خود اپنے دینی و دنیوی فائدے کے لیے اجتماعیت کی قوت و استحکام کا ہر دم متمنی رہتا ہے۔ کیونکہ اجتماعیت کا شیرازہ بکھرنے سے خود اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ رسولِ خدا کا حکم ہے کہ اپنے امیر کی بات سنی جائے اور اطاعت کی جائے خواہ وہ ایک سیاہ فام حبشی غلام ہو۔ ایک اور اہم حدیثِ رسولؐ کا متن کچھ اس طرح ہے: ”جب تم ایک امیر کی اطاعت پر اتفاق کر لو۔ تو پھر اگر کوئی شخص اس اجتماعیت میں رخنہ ڈالے اور تمہاری اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کرے، تو تمہیں اسے تہِ تیغ کر دینا چاہیے۔“

اس جگہ پیغمبرِ اسلامؐ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی مثال ایک زندہ جسم کی صورت میں دے کر مسئلے کی کیفیت مزید واضح کر دی ہے۔ جب ایک فرد کوئی غلط کام انجام دیتا ہے تو اس کے

[illegible] انجام دہی [illegible] ہوتا کہ اعضاء وجوارح [illegible] اگر ایسا ہو تو [illegible] صلاحیت یا غلطی کی تلافی [illegible] اپنے مالک کا کہا نہ مانیں تو وہ حیثیت فاعل اپنا وجود کھو دے گا اور مستقل [illegible] اپنے تمام [illegible] کی تکمیل میں مکمل طور پر ناکام رہے گا۔ اسی طرح ہماری [illegible] فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جماعت کے ساتھ رہیں، الّا یہ کہ جماعت کی اکثریت یا امیر صریحاً غلط راستے پر چل نکلے۔ جس طرح ایک مسلمان اپنی زندگی کا رُخ کبھی کبھار غیر اخلاقی کام یا گناہ و معصیت میں غیر شعوری طور پر مبتلا ہونے کے باوجود صحیح رُخ پر رکھتا ہے، اسی طرح مسلم اجتماعیت عموماً غلطیوں کے باوجود اپنے مقصدِ اعلیٰ کی طرف ہی پیش قدمی کرتی ہے بشرطیکہ اس میں اتحاد و یکانگت کی صحیح رُوح کارفرما ہو۔ تاہم یہ امر مسلّم ہے کہ اسلام نے امارت میں تبدیلی یا بہتری کے لیے پُرامن ذرائع اور آئینی اقدامات کا سہارا لینے کی اجازت دی ہے۔ اسلام جدید عمرانی تقاضوں کے ساتھ بخوبی چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسلمان اپنی اجتماعیت کو یکجا رکھتے ہوئے بھی جدید سیاسی اور آئینی اقدامات کے ذریعے حکومت کے سربراہ کو بدل سکتے ہیں۔ البتہ اسلام اس بات کی تاکید ضرور کرتا ہے کہ مسلمان باہم جنگ و جدال یا انتشار کا شکار نہ ہوں۔

صحیح نصب العین کے مطابق عالمگیر ریاست کا ظہور ناگزیر ہے

سطور بالا میں دی گئی تصریحات سے ظاہر ہے کہ صحیح نصب العین پر مشتمل ایک مثالی ریاست کی حدود میں وسعت کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ حتیٰ کہ یہ پوری دنیا پر محیط ہو سکتی ہے۔ تمام باطل نظریات رفتہ رفتہ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر ختم ہو جائیں گے اور صرف اسلام کا حقانی نظریہ ہی عالمگیر ریاست کی صورت میں متشکل ہو گا۔ اسلامی ریاست کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دین کی اطاعت ہو گی، لہٰذا اس کے افراد بھی باہمی طور پر اسی دینی جذبے کے حوالے سے مربوط ہوں گے اور پوری اُمتِ مسلمہ ایک جسد کی طرح ہو گی۔ صرف توحید پر مبنی صحیح نصب العین سے محبت ہی اختلافات کو ختم کر کے عالمگیر سطح پر لوگوں کو متحد کر سکتی ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کی ترجمانی اس طرح کرتا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ○ (التوبۃ: ۳۲)

"چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ (کی پھونکوں سے) اور اللہ نہ رہے گا بدون پورا کیے اپنی روشنی کے اور خواہ کافروں کو (کتنا ہی) ناگوار گزرے۔"

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ: ۳۳، الصّف: ۹)

"اسی نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے پوری جنسِ دین پر اور خواہ مشرکوں کو (کیسا ہی) ناگوار گزرے۔"

صحیح نصب العین کی فتح اور علوم

راست اور صحیح نصب العین کی باطل نظریات پر آخری فتح طبیعی علوم بالخصوص طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات کے علوم میں ترقی سے قریب سے قریب آتی چلی جائے گی، کیونکہ ان علوم میں ترقی اور وسعت سے انسان آفاق و انفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ بڑے پیمانے پر کر سکے گا۔ وہ اس طرح نہ صرف خارج میں مادی کائنات کی وسعتوں کا مشاہدہ کرے گا، بلکہ نفسیاتی علوم میں ترقی سے اپنے باطن اور نفس کے حقائق کی معرفت بھی حاصل کر سکے گا۔ ان علوم اور قوانین پر دسترس انسان کو اس درجے حاصل ہو جائے گی کہ وہ قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا نظر آئے گا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۵۳)

"ہم انہیں عنقریب آفاق و انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ یہ (قرآن) حق ہے۔"

(جاری ہے)